**Al-Mīthāq** ***(Research Journal of Islamic Theology)***
**ISSN:** 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
**Volume** 05, **Issue** 03, July - September 2026, **PP**: 163-175
**Open Access at**: https://almithaqjournal.org/

Article QR

# اسلام کا نظریہ محنت: قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

# *The Islamic Concept of Labour: A Research Study in the Light of the Qur'ān and Ḥadīth*

**1. Dr. Kiran Shahzadi**
*wfaabbas725@gmail.com*

*Lecturer,*
*Department of Islamic Studies,*
*Government College Women University, Faisalabad.*

| | |
|---|---|
| ***How to Cite:*** | Dr. Kiran Shahzadi. 2026: "The Islamic Concept of Labour: A Research Study in the Light of the Qur'ān and Ḥadīth". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (03): 163-175. |
| ***Article History:*** | **Received**: 25-07-2026 \| **Accepted**: 29-08-2026 \| **Published**: 05-09-2026 |
| ***Copyright:*** | **©The Authors** |
| ***Licensing:*** | This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License. |
| ***Conflict of Interest:*** | Author(s) declared no conflict of interest. |

***Abstract & Indexing***

DRJI, Advanced Science Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, Urdu Jaraid, Tahqeeqat, ADL Asian Digital Library, EuroPub

***Publisher***

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

# اسلام کا نظریہ محنت: قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

## *The Islamic Concept of Labour: A Research Study in the Light of the Qur'ān and Ḥadīth*

**Dr. Kiran Shahzadi**
*Lecturer,*
*Department of Islamic Studies,*
*Government College Women University, Faisalabad.*
*wfaabbas725@gmail.com*

**Abstract**

Labour (maḥnat/ʿamal) occupies a foundational position in the Islamic worldview, being simultaneously a means of economic sustenance and an act of worship (ʿibādah). This article, extracted and substantially expanded from a doctoral thesis on the Islamic philosophy of labour, examines the Qur'anic and Prophetic conception of work through four interlocking dimensions: (i) the linguistic and juristic meaning of maḥnat and its status as a religious obligation subordinate to, yet inseparable from, formal worship; (ii) the ethical framework governing trade (tijārah), agriculture (zirāʿat) and industry (ṣanʿat) as legitimate and praiseworthy avenues of earning; (iii) the Qur'an and Sunnah's emphatic condemnation of begging (gadāgarī) and dependence in the absence of genuine need; and (iv) the historical record of Muslim scholars, jurists and traditionists who combined scholarship with manual trades, demonstrating the compatibility of ʿilm and kasb. The study further situates these classical teachings within contemporary concerns like unemployment, the dignity of labour, Islamic banking and waqf-based development models, arguing that the Islamic theory of labour offers a coherent, ethically grounded alternative to both purely capitalist and collectivist paradigms of economic life. The article concludes that a renewed appreciation of maḥnat, anchored in taqwā and iḥsān, is indispensable for the moral and material rehabilitation of contemporary Muslim societies.

**Keywords:** *Islamic Economics, Labour Ethics, Trade (Tijārah), Agriculture, Industry, Begging, Waqf.*

## تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور دماغ جیسی قیمتی نعمتیں عطا کی ہیں تاکہ وہ ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اپنی اور اپنے معاشرے کی فلاح کا سامان کرے۔ ہاتھوں سے کام کرنا، پاؤں سے چلنا، آنکھوں سے دیکھنا اور دماغ سے سوچنا انسانی زندگی کی بنیاد ہیں۔ جو شخص محنت کو ناپسند کرے وہ سست ہو جاتا ہے اور دوسروں پر انحصار کرنے لگتا ہے جو اس کے معاشرتی مقام کو کمزور کر دیتا ہے۔ محنت انسانی عظمت کی علامت اور معاشرتی ترقی کی بنیاد ہے۔ دینِ اسلام نے محنت کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اسے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت میں شامل کر کے پیغمبرانہ اوصاف کے ساتھ جوڑ دیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محنت محض ایک دنیوی ضرورت نہیں بلکہ ایک دینی قدر بھی ہے۔ دنیا بھر کے مذاہب میں اسلام واحد مذہب ہے جو کسبِ حلال کے لیے محنت کو ضروری سمجھتا ہے اور اسے عظمت کی علامت مانتا ہے۔ اسلام نے محنت کشوں کے حقوق واضح طور پر متعین کیے ہیں اور ہر فرد کو معاشرتی ترقی

میں حصہ لینے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ قرآن مجید میں کوشش اور محنت کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے اور محنت کشوں کو عزت و احترام کے ساتھ پیش آنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

## محنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لفظ "محنت" عربی زبان کا لفظ ہے۔ لسان العرب میں مادہ "محن" کے تحت اس کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

المَحْنَةُ: البَلاَءُ، والتَّجْرِبَةُ، والعَذَابُ، والشِّدَّةُ، والنَّصَبُ [1]

محنت کے لغوی معنی دکھ، رنج، تکلیف، زحمت اور پریشانی کے ہیں۔

جبکہ اصطلاحی طور پر اس سے مراد مشقت، ریاضت، سخت کوشش، جاں فشانی، تن دہی، کام کاج اور مزدوری ہے۔ گویا کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کرنا اور اس کے لیے وقت اور توانائی صرف کرنا ہی محنت کہلاتا ہے۔[2] اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی اصطلاح میں محنت محض جسمانی مشقت تک محدود نہیں بلکہ ذہنی، علمی اور فکری جدوجہد کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

## قرآن مجید کی روشنی میں محنت کی عظمت

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر انسانی سعی و کوشش کو کامیابی کی اصل بنیاد قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔[3]

اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل معیار انسان کی ذاتی محنت، جدوجہد اور کوشش ہے۔ کسی کا نسب، خاندان یا محض دعوے اس وقت تک فائدہ نہیں دیں گے جب تک انسان خود عملی میدان میں محنت نہ کرے۔ یہ آیت محنت کی عظمت، خود انحصاری اور کردار کی تعمیر کی قرآنی بنیاد فراہم کرتی ہے اور مسلمانوں کو تلقین کرتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں سعی و کوشش کو اختیار کریں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ مفسرین نے اس آیت کی مختلف تاویلات بیان کی ہیں؛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس حکم کی کچھ صورتیں امتِ محمدیہ کے لیے آیتِ "اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" کے ذریعے مخصوص انداز میں بیان ہوئی ہیں[4] تاہم اصل اصول یہی ہے کہ ہر انسان کو اپنی محنت ہی کا پھل ملے گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا۔[5]

اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول۔

اس کی بہترین تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے صرف تین چیزیں اس کی ہیں: جو اس نے کھایا اور فنا کر دیا، یا پہنا اور پرانا کر دیا، یا اللہ کی راہ میں دے کر ذخیرہ بنا لیا، اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے"۔[6] یہ تعلیمات اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام نہ تو محض دنیا کمانے کو مقصدِ حیات قرار دیتا ہے اور نہ ہی دنیا کو بالکلیہ ترک کرنے کی اجازت دیتا ہے، بلکہ محنت کے ذریعے اپنے جائز حصے کو حاصل کرنے اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر کے دائمی نفع کمانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے کہ:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔[7]

پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محنت سے حلال روزی کمانا عین عبادت ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ نماز، روزہ وغیرہ جیسے فرائض کو ترک کر دیا جائے۔ نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد رزقِ حلال کی تلاش میں نکلنے کا حکم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دین اور دنیا کے درمیان توازن ہی اسلام کی اصل روح ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا۔ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔[8]

مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

اس آیت کی رو سے جس طرح مرد باہر جا کر محنت اور مشقت کرتے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ گھر میں رہ کر محنت و مشقت کریں، مثلاً سلائی کڑھائی یا دیگر گھریلو دستکاری کے ذریعے، جو کہ حضرت حوا علیہا السلام کی سنت بھی رہی ہے۔ جب گھر کے دونوں افراد، مرد و خواتین، مل کر محنت کریں گے تو خاندان کی معاشی حالت دوسروں کی نسبت بہتر ہو گی۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا۔[9]

پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا شکر بجالایا کرو۔

ان تمام آیاتِ کریمہ کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ رزق کی طلب اور محنت، عبادت اور شکرِ الٰہی سے کبھی متصادم نہیں بلکہ اس کا ایک لازمی جزو ہے۔

## احادیث مبارکہ کی روشنی میں محنت کی فضیلت

احادیثِ مبارکہ میں محنت، یعنی مزدوری اور عملِ ید، کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلاَّ رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ[10]

اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے پوچھا: اور آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں، میں مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے عوض چرایا کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجرت پر دوسروں کے لیے کام کرنا ہر گز باعثِ ندامت یا شرم نہیں، بلکہ خود انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی ابتدائی زندگی میں محنت مزدوری کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حلال روزی کی تلاش کو ایک الگ درجہ عطا کرتے ہوئے فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ[11]

حلال کمائی کی تلاش ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ فریضہ ہر ایک پر یکساں طور پر واجب نہیں بلکہ ان افراد کے لیے ہے جن کا خرچ دوسروں کے ذمہ نہیں اور جن کے پاس مال بھی نہیں؛ مالدار اور کمسن افراد پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ ملا علی قاری کے مطابق "فرض کے بعد" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رزقِ حلال کی طلب کی فرضیت نماز، روزہ اور حج جیسی فرضیت کے درجے میں نہیں، یعنی اس کا منکر کافر اور تارک فاسق نہیں ہوتا۔[12] تاہم اسے محض ایک ثانوی درجے کا معاملہ سمجھ کر نظر انداز کرنا بھی درست نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے ہاتھ کی کمائی کو سب سے افضل کمائی قرار دیا:

"مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ

يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ"[13]

کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر کمائی کبھی نہیں کھائی، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک ماہر کاریگر تھے اور زرہ سازی کا فن بخوبی جانتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا خود محنت کرکے، کھیتی باڑی، مویشیوں کی دیکھ بھال اور دستکاری کے ذریعے اپنا رزق کمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر معزز ترین ہستیاں خود محنت کرتی رہیں تو ہم سب کو بھی اپنی روزی خود کمانی چاہیے تاکہ دوسروں سے مانگنے کی بجائے خود کفیل بن سکیں۔ اسی سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے:

"لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيْ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطُوْهُ أَوْ مَنَعُوْه"[14]

اگر کوئی اپنی رسی اٹھائے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اسے بیچے اور اللہ اس کے ذریعے اس کی آبرو بچائے، تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے، خواہ وہ دیں یا نہ دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے عبادت کے مفہوم کو محض رسمی عبادات تک محدود نہیں رکھا بلکہ حلال روزی کی جستجو کو بھی عبادت کا اہم حصہ قرار دیا:

"الْعِبَادَةُ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةُ أَجْزَاءٍ فِي طَلَبِ الْحَلَال"[15]

عبادت کے دس اجزاء ہیں جن میں سے نو اجزاء حلال روزی کی جستجو میں ہیں۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ بعض گناہ نماز اور صدقہ سے معاف نہیں ہوتے، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! پھر کیا چیز ان کا کفارہ ہے؟ فرمایا: "طلبِ معاش میں خلوص اور کوشش وجدوجہد"۔[16] اس سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت کو محض نماز، روزہ اور حج وجہاد تک محدود سمجھنا درست نہیں بلکہ معاشی جدوجہد اور اقتصادی سرگرمی بھی عبادت کے دائرے میں شامل ہے، بشرطیکہ وہ حلال طریقے سے اور اخلاص کے ساتھ کی جائے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی کی، حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی کا کام کیا، حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے، حضرت صالح علیہ السلام نے تجارت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کاشتکاری کی، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے بکریاں چرائیں اور حضرت حوا علیہا السلام ہاتھ سے کپڑے بنایا کرتی تھیں۔ ان مثالوں سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ محنت اور ہنر کے ذریعے رزق کمانا نہ صرف جائز بلکہ قابلِ تعریف اور انبیائی سنت ہے۔

## تجارت: اسلامی اصول و آداب

کسبِ معاش کے مختلف ذرائع میں تجارت کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود نبوت سے قبل تجارت کے لیے دو مرتبہ شام کا سفر کیا، جن میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر شام تشریف لے گئے۔ اگر تجارت دو نیتوں کے ساتھ کی جائے، یعنی اہل وعیال کی کفالت اور ضرورت مندوں تک اشیاء کی فراہمی، تو یہ عبادت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةٌ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ"[17]

اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال کو آپس میں ناحق مت کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی اور رضامندی سے۔

رسول اللہ ﷺ نے تجارت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيْهَا تِسْعَةَ أَعْشَارِ الرِّزْقِ[18]

تم تجارت کو لازم پکڑو، کیونکہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کی اپنے ہاتھ سے کی گئی کمائی، اور ہر وہ خرید و فروخت جو دھوکہ اور خیانت سے پاک ہو"۔[19] علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تجارت کو جائز قرار دیا ہے اور اکابر صحابہ کرامؓ کسبِ معاش کے لیے تجارت کیا کرتے تھے۔[20] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی قابلِ غور ہے: "تم میں سے کوئی طلبِ رزق کو چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے نہ بیٹھ جائے کہ اے اللہ! مجھے روزی عطا فرما، جبکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا"۔[21]

## تجارتی دیانت: صدق، امانت اور ناپ تول کا اہتمام

اسلام نے تجارت کو محض منافع کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ اخلاق و دیانت سے مشروط رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سچے اور امانت دار تاجر کو بلند مقام سے نوازتے ہوئے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الأمِينُ مَعَ النبيّينَ وَالصِّديقينَ وَالشهداءِ[22]

سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

اس کے برعکس دیانت سے عاری تاجروں کے بارے میں فرمایا: "تاجروں کو قیامت کے دن بدکار کے طور پر اٹھایا جائے گا، سوائے ان کے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، نیک عمل کیا اور سچائی کا راستہ اپنایا"۔[23] خرید و فروخت میں دھوکہ دینے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا[24]

جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح ناپ تول میں کمی کرنے کو قرآن مجید میں شدید وعید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ، وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوَوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔[25]

تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جو دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

امام قرطبیؒ کے مطابق جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ ناپ تول میں سب سے بدترین تھے، جس پر سورۂ مطففین نازل ہوئی اور اس کے بعد اہلِ مدینہ نے اپنے تجارتی طریقوں کی اصلاح کر لی۔[26] نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی، اللہ تعالیٰ نے اسے قحط اور مہنگائی میں مبتلا کر دیا۔ تجارت میں بکثرت قسمیں کھانے سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ سامان کو تو رواج دیتی ہیں مگر برکت کو ختم کر دیتی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹی قسم مال کو رواج تو دیتی ہے مگر کمائی کی برکت کو مٹا دیتی ہے۔[27]

## امام غزالی کے نزدیک تاجر کے سات اصول

امام غزالیؒ نے احیاءعلوم الدین میں مسلمان تاجر کے لیے سات اصول تجویز کیے ہیں جن کی رعایت سے تاجر کی دین داری اور تجارت میں توازن قائم رہتا ہے[28]: اوّل، تجارت کی ابتدا نیک نیتی اور اہل و عیال کی کفالت کے ارادے سے کی جائے۔ دوم، تجارت کو فرضِ کفایہ سمجھا جائے، کیونکہ اگر سب لوگ تجارت و صنعت ترک کر دیں تو معیشت ہی تباہ ہو جائے۔ سوم، بازار کی مصروفیت کے باوجود ذکرِ الٰہی اور مساجد سے تعلق برقرار رکھا جائے۔ چہارم، حرام اور مشتبہ اشیاء کی تجارت سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ پنجم، ہر معاملے میں یومِ آخرت کے حساب کو پیشِ نظر رکھا جائے۔[29] امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں کہ تاجر کو یہ نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا معاش اسے آخرت کے معاملات سے غافل کر دے، ورنہ اس کی زندگی ضائع ہو جائے گی؛ عقل مند وہی ہے جو اپنے اصل سرمائے یعنی اپنے دین کی حفاظت کرے۔ اسی اصول کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں ایسے تاجروں کی تعریف فرمائی ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ[30]

وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز اور زکوۃ سے غافل نہیں کرتی۔

## زراعت اور صنعت: اہمیت اور عصری تقاضے

تجارت کے ساتھ ساتھ زراعت اور صنعت بھی انسانی معاشرت کے وہ اہم ستون ہیں جن پر ملکی معیشت کا استحکام منحصر ہوتا ہے۔ زراعت تاریخ کا سب سے قدیم پیشہ ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے اختیار کیا اور اس کے بعد متعدد انبیائے کرام نے بھی کاشتکاری کی۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر زراعت کی اہمیت کو نمایاں کیا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ۔[31]

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اسی سے تمہارا پینا ہے اور اسی سے درخت ہیں جن سے تم مویشی چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی کاشتکاری کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي خَبَايَا الأَرْضِ۔[32]

رزق کو زمین کی تہوں میں تلاش کرو۔

ایک روایت میں کاشتکار کے مرتبے کو یوں بیان کیا گیا: "الزَّارِعُ يُتَاجِرُ مَعَ رَبِّه" یعنی کسان اپنے رب کے ساتھ تجارت کرتا ہے۔[33] نبی کریم ﷺ نے زمین کو یونہی بنجر چھوڑ دینے سے بھی منع فرمایا اور شجرکاری کو صدقہ جاریہ قرار دیا کہ "جو مسلمان بھی کاشتکاری کرے یا پودا لگائے، جس سے پرندہ، انسان یا جانور کھائے، تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے"۔[34] کاشتکاری کو پہنچنے والا نقصان بھی اجر و ثواب کا باعث بنتا ہے۔ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ کسان کی فصل کو جو بھی نقصان پہنچے، اس کے بدلے اجر لکھا جاتا ہے۔[35] یہ تمام تعلیمات اس بات کی غماز ہیں کہ کاشتکار معاشرے کا ایک قابلِ قدر اور محبوب طبقہ ہے جس کی محنت پر کسی بھی ملک کی معیشت اور خوراک کا انحصار ہوتا ہے۔

## پاکستان میں زراعت و صنعت: صورتحال اور لائحہ عمل

زراعت پاکستان کی معیشت میں سب سے زیادہ روزگار فراہم کرنے والا شعبہ ہے، تاہم گزشتہ کچھ عرصے سے یہ شعبہ نسبتاً

کم پیداوار کا شکار ہے۔ بھارت اور مصر کے مقابلے میں ہماری فی ایکڑ پیداوار اکثر نصف یا تہائی رہ جاتی ہے، جس کی وجوہات میں معیاری بیجوں کی کمی، کیڑوں اور بیماریوں سے بچاؤ کے ناکافی انتظامات اور موسمیاتی تغیرات شامل ہیں۔ سیم اور تھور کی وجہ سے سالانہ اربوں روپے کا نقصان ہوتا ہے، جبکہ کٹائی کے بعد پھلوں اور سبزیوں کے ضیاع سے بھی خطیر رقم ضائع ہو جاتی ہے۔ صنعتی شعبے کی صورتحال بھی حوصلہ افزا نہیں؛ پاکستان کی ساٹھ فیصد صنعتیں محض کپڑا سازی پر مشتمل ہیں جو عالمی منڈی کا محض چھ فیصد حصہ ہیں، جبکہ انجینئرنگ، برقیات اور حیاتیاتی ٹیکنالوجی جیسے جدید شعبوں میں ہماری موجودگی نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس صورتحال کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم کو فروغ دیا جائے، تحقیق و ترقی کے مراکز قائم کیے جائیں اور زرعی و صنعتی شعبوں کے مابین مؤثر ربط پیدا کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات محنت کے ساتھ ساتھ علم اور مہارت کے حصول کو بھی لازم قرار دیتی ہیں، کیونکہ آج کے دور میں محض جسمانی محنت کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ فنی و تکنیکی تعلیم بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہنر اور فن بذاتِ خود ایک آلہ ہے جسے حلال یا حرام دونوں راستوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے، اور مسلمان کے لیے جدید ہنر و فنون سیکھ کر حلال طریقے سے معاش کا بندوبست کرنا عین عبادت ہے۔

## اسلامی اقتصادی ماڈلز: اسلامی بینکاری اور وقف کے تجربات

اسلامی معیشت کا تصور محض ایک نظریاتی ڈھانچہ نہیں بلکہ اس کی کامیاب عملی مثالیں بھی موجود ہیں۔ پاکستان میں میزان بینک نے 2002ء میں مکمل طور پر شرعی اصولوں پر مبنی بینکاری کا آغاز کیا، جو مضاربہ، مشارکہ، اجارہ، سلم اور استصناع جیسے معاہدات کے ذریعے سودی نظام سے پاک مالیاتی خدمات فراہم کرتا ہے۔ آج اس بینک کی ملک بھر میں ایک ہزار سے زائد شاخیں اور اسّی لاکھ سے زائد صارفین ہیں۔ یہ بینک شراکت داری کی بنیاد پر صنعتی اداروں کو سرمایہ فراہم کرتا ہے تاکہ منافع و نقصان کی شراکت کے اصول پر حقیقی معیشت کو فروغ دیا جا سکے، اور زراعت، چھوٹے و درمیانے کاروبار، رئیل اسٹیٹ، تعلیم اور صحت جیسے شعبوں میں بھی سرمایہ کاری کرتا ہے۔

اسلامی وقف کا ادارہ بھی اجتماعی فلاح و بہبود اور پائیدار ترقی کا ذریعہ رہا ہے۔ ترکی میں General Directorate of Foundations کے تحت زرعی زمینیں وقف کر کے ان کی آمدنی سے فلاحی منصوبے چلائے جا رہے ہیں، جبکہ ملائشیا میں Waqf-based Enterprises نے وقف زمینوں کو قابلِ کاشت بنا کر روزگار کے مواقع پیدا کیے ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بینک نے بھی Awqaf Properties Investment Fund کے ذریعے مختلف اسلامی ممالک میں وقف کے احیاء کی کوشش کی ہے۔ یہ مثالیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اسلامی اصولِ محنت اور مالیات محض نظریاتی نہیں بلکہ جدید معیشت میں کامیابی سے قابلِ نفاذ ہیں۔

## اسلام میں گداگری کی مذمت

اسلام جہاں محنت اور کسبِ حلال کی ترغیب دیتا ہے، وہیں بلاضرورت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو سختی سے ناپسند کرتا ہے۔ لفظ "گداگری" فارسی زبان سے ماخوذ ہے جس کا مطلب بھیک مانگنا ہے، جبکہ عربی میں اس کے لیے "فقیر"، "تسوّل" یا "شحاذۃ" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔[36] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو زمین میں پھیلے وسائل سے رزق تلاش کرنے کا حکم دیا ہے:

اللَّهُ الَّذِی جَعَلَ لَکُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِی مَنَاکِبِهَا وَکُلُوا مِن رِّزْقِهِ۔[37]

وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا ہے، تو اس کی راہوں میں چلو اور اس کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے بلاضرورت مانگنے کو انگارے مانگنے کے مترادف قرار دیا:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّراً؛ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْراً فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ۔[38]

جو لوگوں سے مال زیادہ کرنے کی غرض سے مانگتا ہے وہ درحقیقت انگارے مانگتا ہے، چاہے کم مانگے یا زیادہ۔

اسی طرح صدقہ لینے کے لیے بھی دو گروہوں کو نااہل قرار دیا گیا ہے: مالدار اور تندرست طاقتور شخص، کیونکہ ایسے افراد اپنی محنت سے اپنی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔[39] رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان معاشرتی زندگی کے لیے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے:

الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ[40]

اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، اور اپنے زیرِ کفالت افراد سے آغاز کرو، اور بہترین صدقہ وہ ہے جو ضرورت سے زائد مال سے دیا جائے، اور جو عفت اختیار کرتا ہے اللہ اسے پاکدامن بنا دیتا ہے، اور جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔

بلاضرورت مانگنے والے کے لیے قیامت کے دن کی وعید بھی بیان ہوئی ہے: "جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے حالانکہ اس کے پاس اسے غنی بنانے کے وسائل موجود ہیں، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی"۔[41]

## سوال کرنے کی جائز صورتیں

اسلام نے سوال کرنے کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا بلکہ اسے چند مخصوص حالات تک محدود کیا ہے۔ حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال صرف تین قسم کے افراد کے لیے جائز ہے:

- وہ شخص جس پر کسی کا تاوان یا ضمانت آ پڑی ہو یہاں تک کہ وہ ادا کر دے۔
- وہ شخص جسے کوئی آفت پہنچی ہو یہاں تک کہ اسے سہارا مل جائے۔
- وہ شخص جسے شدید فاقہ لاحق ہو اور اس کی قوم کے تین معتبر افراد اس کی تصدیق کریں۔

ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام کمائی کھانے کے مترادف ہے۔[42] اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سوال کرنا چہرے پر خراشیں ڈالنے کے مترادف ہے، سوائے اس کے کہ کوئی حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں چارہ نہ ہو۔[43]

## پاکستان میں گداگری: ایک سماجی مسئلہ

پاکستان میں گداگری ایک وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی معاشرتی برائی بن چکی ہے۔ گلی محلوں، چوراہوں اور اڈوں پر مختلف حیلوں بہانوں سے بھیک مانگنے والے افراد کی بہتات نے اس مسئلے کو نہایت سنگین بنا دیا ہے۔ اس کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ عوام غیر ضروری طور پر ہر مانگنے والے کو کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں، جس سے پیشہ ور گداگری کو تقویت ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کے مطابق ہر تندرست مانگنے والے کو یہ باور کرانا چاہیے کہ سوال کرنا ذلت ہے اور بغیر ضرورت مانگ کر مال بڑھانا جہنم کے انگارے مول لینا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[44]

ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ میں، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

چنانچہ مانگنے والوں کو محنت کی ترغیب دینا یا ان کے لیے روزگار کا مناسب انتظام کرنا نیکی و تقویٰ میں تعاون ہے، جبکہ پیشہ ور گداگروں کو بلا تحقیق دینا درحقیقت گناہ کے کام میں معاونت ہے۔ اس مسئلے کے مستقل حل کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم کا نظام منظم کیا جائے، مستحقین کی نشاندہی کے لیے تصدیقی طریقہ کار اپنایا جائے اور صحت مند و توانا افراد کے لیے ہنر مندی کے پروگرام اور روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں، تاکہ گداگری کی حوصلہ شکنی اور محنت کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔

## مسلمانوں کی محنت کی تاریخ: علم و عمل کا امتزاج

مسلمانوں کی تاریخ محنت، علم اور ایثار کی ایسی داستان ہے جس کی نظیر کسی اور قوم میں مشکل سے ملتی ہے۔ ابتدائی اسلامی دور سے لے کر بعد کی صدیوں تک مسلمان ہر میدان میں اپنی بصیرت اور عمل سے روشنی پھیلانے والے رہے ہیں۔ فلسفہ کے میدان میں ابن سینا، فارابی اور ابن رشد، طب کے میدان میں ابن النفیس اور الرازی، اور ریاضی و فلکیات میں الخوارزمی اور البیرونی جیسے نام اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ کارنامے محنت، تحقیق اور مستقل جد وجہد کا نتیجہ تھے۔

## وقت کی قدر

مسلمانوں کی تاریخ میں جتنے بھی علمی، فکری یا تمدنی کارنامے نظر آتے ہیں، ان کے پیچھے صرف ذہانت ہی نہیں بلکہ وقت کی پابندی اور نظم و ضبط بھی بنیادی عوامل تھے۔ ابن جوزیؒ اور ابن مفلح حنبلیؒ جیسے علماء نے وقت کی اہمیت کو اپنی تصانیف میں نمایاں کیا اور اس کے منظم استعمال کے لیے عملی تجاویز دیں۔[45] مشہور تابعی حضرت عامر بن عبد القیسؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے وقت کی اتنی قدر کی کہ کسی کے بات کرنے کی خواہش پر فرمایا: "سورج کی گردش روک دو تو میں تم سے بات کر لوں گا"۔[46] یہ حقیقت ہے کہ جو قومیں وقت کی قدر کرتی اور محنت کو اپنی عادت بناتی ہیں وہ ترقی کی منازل طے کرتی ہیں، جبکہ وقت اور محنت سے غفلت زوال کا باعث بنتی ہے۔

## محنت کش علماء و محدثین: تاریخ کی روشن مثالیں

اسلامی تاریخ میں ایسے متعدد جلیل القدر علماء، فقہاء اور محدثین گزرے ہیں جنہوں نے دنیاوی پیشوں کو بھی اختیار کیا اور علم و تدریس میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسبِ حلال اور طلبِ علم ایک دوسرے کے منافی نہیں بلکہ معاون ہیں۔[47] روغن سازی و روغن فروشی سے وابستہ علماء میں علامہ صالح بن درہمؒ جیسے نام ملتے ہیں، جبکہ لوہاروں کے طبقے میں امام ابو بکر محمد بن جعفر کتانیؒ اور ابو حفص حداد نیشاپوریؒ جیسے محدثین نے اپنی محنت کو علم کی خدمت کے ساتھ جوڑا۔[48] بڑھئیوں اور لکڑہاروں میں زید بن عبد الحمید حطابؒ اور صالح بن دینار نجارؒ جیسے افراد نے دنیاوی پیشے کے ساتھ ساتھ دینی علم کی اشاعت میں بھی حصہ لیا۔[49] آئینہ سازوں میں ابو القاسم اسماعیل بن محمد زجاجیؒ ایک عظیم محدث اور فقیہ تھے جنہوں نے اپنے پیشے کے ذریعے اپنی روزی کو مشتبہ مال سے محفوظ رکھا اور علمی میدان میں امامت کا درجہ حاصل کیا،[50] جبکہ صابون سازوں میں ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن صابونیؒ جیسے اہلِ علم نے اپنے پیشے کے ذریعے علم کی روشنی پھیلائی۔[51] یہ تمام مثالیں اس حقیقت کی غماز ہیں کہ اسلامی معاشرت میں ہر جائز پیشہ اپنی جگہ عزت اور شرف کا حامل ہو سکتا ہے، اور علم و عمل کا امتزاج ہی مسلم تہذیب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

## عصر حاضر میں نظریہ محنت کی معنویت

محنت سے متعلق مذکورہ بالا قرآنی و نبوی تعلیمات محض تاریخی یا مذہبی دلچسپی کا موضوع نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے معاشی

مسائل، بالخصوص بے روزگاری، غربت اور محنت کشوں کے استحصال کے تناظر میں ان کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ عالمی سطح پر عائد کردہ محنت کے جدید قوانین، مثلاً کم از کم اجرت، کام کے اوقات کی حد بندی اور پیشہ ورانہ تحفظ کے اصول، بنیادی طور پر انہی اخلاقی اصولوں سے ہم آہنگ ہیں جو اسلام نے چودہ سو سال قبل متعارف کرائے، جیسے مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت ادا کرنے کی تاکید۔ فرق یہ ہے کہ اسلام محنت کے حق کو محض قانونی نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر استوار کرتا ہے، جس سے آجر اور مزدور کے مابین محض معاہداتی نہیں بلکہ اخلاقی رشتہ بھی قائم ہوتا ہے۔ دوسری جانب، پاکستان اور دیگر مسلم اکثریتی ممالک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری، غیر رسمی معیشت کا پھیلاؤ اور محنت کش طبقے کے ساتھ ناروا سلوک اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیماتِ محنت کو محض علمی مباحث تک محدود رکھنے کی بجائے عملی پالیسی سازی کا حصہ بنایا جائے۔ اسلامی مالیاتی ادارے، جیسے مضاربہ و مشارکہ پر مبنی بینکاری اور وقف کے احیائی منصوبے، اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلامی اصولِ محنت و سرمایہ کاری جدید معیشت میں قابلِ عمل ہیں اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اسی طرح، محنت کشوں کے وقار کی بحالی کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی سطح پر پیشہ ورانہ کام کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کے رویے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود ایک صحابی کے سخت اور کھردرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسے ہاتھ جہنم کی آگ کو نہیں چھوئیں گے۔ یہی وہ اخلاقی و روحانی رویہ ہے جو محنت کشوں کو معاشرتی عزت عطا کرتا ہے اور جس کے احیاء کی آج شدید ضرورت ہے۔ نیز نوجوان نسل کو فنی و تکنیکی تعلیم کی طرف راغب کرنا، ہنرمندی کے قومی پروگرام ترتیب دینا اور کاروبار کے فروغ کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا ایسے عملی اقدامات ہیں جو نظریۂ محنت کی اسلامی روح کے عین مطابق ہیں۔

## نتائج بحث

مذکورہ بالا مباحث سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

- محنت اسلامی تعلیمات میں محض دنیوی ضرورت نہیں بلکہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے، اور قرآن مجید نے انسانی کامیابی کو اس کی اپنی سعی و کوشش سے مشروط کیا ہے۔
- حلال روزی کی طلب کو رسول اللہ ﷺ نے "فرض کے بعد فرض" قرار دیا، جو اگرچہ نماز وروزہ کے درجے میں نہیں مگر ایک اہم دینی ذمہ داری ہے۔
- تجارت، زراعت اور صنعت اسلام کی نظر میں یکساں طور پر قابلِ قدر پیشے ہیں، بشرطیکہ ان میں صدق، امانت اور عدل کو ملحوظ رکھا جائے۔
- اسلام بلاضرورت گداگری کی سختی سے مذمت کرتا ہے اور سوال کرنے کو صرف چند مخصوص، ثابت شدہ حالات تک محدود رکھتا ہے۔
- مسلمانوں کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ علم و عمل، اور محنت و تقویٰ، ایک دوسرے کے منافی نہیں بلکہ لازم وملزوم رہے ہیں۔
- عصرِ حاضر میں اسلامی بینکاری اور وقف جیسے ادارے اس بات کا عملی ثبوت ہیں کہ اسلامی نظریۂ محنت جدید معاشی چیلنجوں کا قابلِ عمل حل پیش کر سکتا ہے۔

بالآخر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نظریۂ محنت اسلام کے اقتصادی اور اخلاقی نظام کا ایک بنیادی رکن ہے، جو انسان کو خودانحصاری،

دیانت اور معاشرتی ذمہ داری کا سبق دیتا ہے۔ عصرِ حاضر کے معاشی بحرانوں کا حل اسی وقت ممکن ہے جب اس نظریے کو محض کتابی صداقت نہیں بلکہ عملی پالیسی کی بنیاد بنایا جائے۔

———————————————

## References

-------------------------


1. Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram ibn ʿAlī, *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1994), 13:190, māddah: Maḥn.
2. Āṣif Nasīm, *Mehnat kī ʿAẓamat* (Lahore: Bait al-ʿUlūm, Purānī Anārkalī), p. 21.
3. Al-Qurʾān, 53:39.
4. Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, *Tafsīr Ibn Kathīr* (Beirut: Dār Ṭayyibah, 1419 AH / 1999), 7:465.
5. Al-Qurʾān, 28:77.
6. Muslim, Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Ṣādir), 2:619, ḥadīth no. 2959.
7. Al-Qurʾān, 62:10.
8. Al-Qurʾān, 4:32.
9. Al-Qurʾān, 29:17.
10. Al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmad ibn al-Ḥusayn, *al-Sunan al-Kubrā* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah), 11:175, ḥadīth no. 8367.
11. Mullā ʿAlī al-Qārī, ʿAlī ibn Sulṭān Muḥammad, *Mirqāt al-Mafātīḥ* (Multan: Anjuman Tājirān Bairūn Daulat Gate), 6:48.
12. Ḥakīm al-Ummat, Aḥmad Yār Khān Naʿīmī, *Mirʾāt al-Manājīḥ* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah), 4:239.
13. Aḥmad ibn Ḥanbal, Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), 2:34, ḥadīth no. 3672.
14. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Zakāh, Bāb al-Istiʿfāf ʿan al-Masʾalah, 1:731, ḥadīth no. 1471.
15. Al-Ṭabrisī, Shaykh al-Ḥusayn al-Nūrī, *Mustadrak al-Wasāʾil wa-Mustanbaṭ al-Masāʾil* (Beirut: Muʾassasat Āl al-Bayt li-Iḥyāʾ al-Turāth, 1988), 7:13.
16. Al-Ṭabrisī, *Mustadrak al-Wasāʾil wa-Mustanbaṭ al-Masāʾil,* 13:12.
17. Al-Qurʾān, 4:29.
18. Al-Muttaqī al-Hindī, ʿAlī ibn Ḥusām al-Dīn, *Kanz al-ʿUmmāl fī Sunan al-Aqwāl wa-al-Afʿāl* (Beirut: Dār Ṣādir), 4:35.
19. Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad*, 4:614, ḥadīth no. 17265.
20. Al-ʿAynī, Badr al-Dīn Maḥmūd ibn Aḥmad, *ʿUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Lahore: Zamzam Publishers, Urdu Bāzār), 11:161.
21. Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Maʿrifah), 6:63.
22. Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā, *Jāmiʿ al-Tirmidhī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), 1:870, ḥadīth no. 1209.
23. Al-Dārimī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh, *Sunan al-Dārimī* (Riyadh: Dār Ibn Ḥazm), 1:1270, ḥadīth no. 2580.
24. Al-Tirmidhī, *Jāmiʿ al-Tirmidhī*, 1:920, ḥadīth no. 1315.
25. Al-Qurʾān, 83:1–3.
26. Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad ibn Abī Bakr, *Tafsīr al-Qurṭubī* (Beirut: Dār Ṣādir), 19:250.
27. Abū ʿAwānah al-Isfarāyīnī, Yaʿqūb ibn Isḥāq, *Mustakhraj Abī ʿAwānah* (Riyadh: Dār al-Mughnī), 5:406, ḥadīth no. 5478.
28. Al-Ghazālī, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn*, 2:84.
29. Ibid., 6:87.
30. Al-Qurʾān, 24:37.
31. Al-Qurʾān, 16:10–11.
32. ʿAbd al-Raḥmān, Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaghīr* (Cairo: Dār al-ʿIlm), 1:902, ḥadīth no. 1109.
33. Jār Allāh al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar, *al-Fāʾiq fī Gharīb al-Ḥadīth* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), 1:350.
34. Al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 2:988, ḥadīth no. 2493.
35. Abū ʿĀṣim, Abū Bakr ibn Aḥmad ibn ʿAmr ibn al-Ḍaḥḥāk, *al-Āḥād wa-al-Mathānī* (Riyadh: Dār al-Rāyah), 4:173.

36. Muḥammad ʿAbd Munīb, *Gadāgarī* (Lahore: Mashrabah ʿIlm wa-Ḥikmat, Nadīm Town), p. 24.
37. Al-Qurʾān, 67:15.
38. Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Zakāh, Bāb al-Nahy ʿan al-Masʾalah, ḥadīth no. 1041.
39. Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Zakāh, ḥadīth no. 1634.
40. Al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Zakāh, Bāb Lā Ṣadaqah Illā ʿan Ẓahr Ghinā, ḥadīth no. 1427.
41. Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Zakāh, Bāb Karāhiyyat al-Masʾalah, ḥadīth no. 1626.
42. Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Zakāh, Bāb Man Taḥill Lahu al-Masʾalah, ḥadīth no. 1044.
43. Al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Zakāh, ḥadīth no. 1450.
44. Al-Qurʾān, 5:2.
45. Āṣif Nasīm, *Barakāt ke Asbāb aur Mehnat kī Ahammiyyat*, p. 291.
46. Qādirī, Sayyid Muḥammad Ḥusayn, *Mehnat, Peshah aur Islāmī Tahdhīb* (Karachi: Islāmī Taḥqīqī Markaz, 2010), p. 131.
47. Khālid Maḥmūd, *Rizq-e-Ḥalāl kī Talāsh aur Islāmī Tārīkh ke Mehnat-Kash ʿUlamāʾ* (Lahore: Dār al-Ishāʿat), p. 214.
48. Qādirī, *Mehnat, Peshah aur Islāmī Tahdhīb*, p. 137.
49. Khālid Maḥmūd, *Rizq-e-Ḥalāl kī Talāsh aur Islāmī Tārīkh ke Mehnat-Kash ʿUlamāʾ*, p. 219.
50. Āṣif Nasīm, *Barakāt ke Asbāb aur Mehnat kī Ahammiyyat*, p. 355.
51. Ibid., p. 384.